بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نظرات

مسلمان ہندوستان میں فاتح بن کر ضرور آئے لیکن اس ملک کی آب و ہوا اور حسن و خوبصورتی سے ایسے مسحور ہوئے کہ آرین اقوام کی طرح اپنا آبائی اور نشینی وطن چھوڑ چھاڑ یہیں رس بس گئے اور اسی کو اپنا دیس بنا لیا پھر چونکہ وہ ایک اعلیٰ تہذیب و تمدن اور بہتر نظام حیات کے حامل تھے اس لئے انھوں نے اپنی صلاحیتوں کو ملک اور اہلِ ملک کی خدمت و نفع رسانی کے لئے وقف کر دیا۔ عدل و انصاف سے حکومت کی، عوام کی فلاح و بہبود کا سر و سامان کیا، اقتصادی اصلاحات کر کے ملک کو خوشحال بنایا، زراعت کو ترقی دی، دوسرے ملکوں سے تجارتی تعلقات قائم کئے، سماجی زندگی کو سنوارا، فنونِ لطیفہ کی سرپرستی کی، خصوصاً فنِ تعمیر کو بڑا عروج دیا۔ ملک کے علوم و فنون اور اس کے دیرینہ مذہب و روایات کے ساتھ ہمدردی و رواداری کا برتاؤ کیا اور حتی الوسع طبقاتی اونچ نیچ کو مٹانے کی کوشش کی۔ اس میں شک نہیں کہ ان سے ناانصافیاں بھی ہوئیں، جبر و تشدد اور ظلم و استبداد کے واقعات بھی پیش آئے لیکن یہ بعض بعض بادشاہوں کی اپنی طبیعت و فطرت تھی۔ اس لئے کم و بیش کا فرق ہو تو ہو، ورنہ ان کی طبیعت کی یہ افتاد ہر ایک کے لئے یکساں تھی، مذہب یا نسل کا کوئی امتیاز نہیں تھا۔ بہرحال اس قسم کے واقعات جس سے کسی قوم کی تاریخ بھی خالی نہیں ہے۔ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کی اصل تاریخ نہیں ہیں، چنانچہ خود ہندو مورخین نے ملک پر مسلمانوں کے احسانات اور ان کے عادلانہ نظامِ حکومت کا برملا اعتراف کیا ہے۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب نے یہ اقتباسات اپنی مشہور تالیف "ہندوستان کے عہدِ وسطیٰ کی ایک جھلک" میں یکجا کر دیئے ہیں اور اتر پردیش کی حکومت نے اس پران کو ایک ہزار روپیہ کا انعام دیا ہے انگریزوں نے اپنے عہد میں ہندو اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور اس کے ذریعہ اپنی حکومت کو مضبوط و مستحکم بنانے کی غرض سے تاریخ میں ایسی کتابیں لکھوائیں جنمیں اصل تاریخ کو مسخ کر کے پیش کیا گیا تھا اور جن میں سلاطینِ دلّی کے مفروضہ مظالم کی داستانیں بڑی رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کی گئی تھیں، ان تاریخوں کا ہوتے ہوتے اثر یہ ہوا کہ ملک تقسیم ہوا۔ دونوں ملکوں کی سرحد کے اِدھر اور اُدھر بہیمیت و بربریت نے ننگا ناچ ناچا اور بھائی بھائی کے لئے اجنبی اور غیر ملکی بن گیا۔

یہ جو کچھ ہوا۔ ڈیڑھ سو دو سو برس کی افسوسناک غلامی کا کرشمہ تھا جس کو انگریزوں کی سامری نے جنم دیا اور پروان چڑھایا تھا ملک کے آزاد ہونے کے بعد ہماری قومی حکومت کا فرض تھا کہ نہ صرف یہ کہ اس سے عبرت پذیر ہوتی، بلکہ اس زہر کا تریاق بہم پہونچانے کی فوری اور کامیاب کوشش کرتی۔ تاکہ پرانے زخم مندمل ہوتے اور جدید زخمکاری کا امکان باقی نہ رہتا لیکن نہایت افسوس اور بڑے شرم کی بات ہی کہ معاملہ بالکل اُلٹا اور حد درجہ مایوس کن ہی۔

بھارتیہ ودیا بھون بمبئی کا ایک مشہور ادارہ ہی جو مسٹر کے۔ ایم منشی سابق گورنر یوپی کی سربراہی میں مختلف کتابوں کے علاوہ "ہندوستانیوں کی تاریخ اور کلچر" کے نام سے ضخیم ضخیم کتابیں شائع کر رہا ہی۔ حال میں ادارہ نے اس سلسلہ کی چھٹی جلد چھاپی ہی جو ہندوستان میں مسلمانوں کے عہدِ حکومت پر ہے اور اس کا نام "دلی سلطنت" ہی۔ اس کتاب میں اس خاص عہد کی عکاسی کس طرح کی گئی ہی؟ اس کا اندازہ اخبار اسٹیٹسمین مورخہ ۲۳ راکتوبر ۱۹۶۰ء کے تبصرہ نگار کے حسب ذیل الفاظ سے ہوگا ۔

"مجموعی طور پر ایک نفرت انگیز کہانی خاص طور پر جنگ، بغاوت، غدر اور ناقابل یقین ظالمانہ افعال کی مرتب کی گئی ہی۔ ہندو مذہب اور اسلام کے دو طرفہ اثرات جو ایک دوسرے پر ہوئے اور جن کا نشان بھگتی تحریک، صوفیا کے طور طریقوں اور کبیر و نانک کے کارناموں میں ملتا ہی ان کو بیان کرنے کے باوجود مصنفین کتاب عام زندگی میں اس ملاپ کے اثرات بہت کم دکھاتے ہیں۔ انھوں نے ہندو اور مسلمانوں دونوں کو اس طرح پیش کیا ہے کہ یہ دو مستقل فرقے تھے جو بالکل الگ الگ تھے اور اس تمام مدت میں ایک دوسرے سے برابر نفرت کرتے رہے مصنفین نے اپنے اس نظریہ کی بنیاد ان کثیر معاصرانہ بیانات پر رکھی ہی جو ہندوؤں کے قتلِ عام، ہندو عورتوں کو باندیاں بنا لینے۔ مندروں کو گرانے اور بھاری بھاری ٹیکس لگانے اور عام ظلم و جبر کے متعلق ملتے ہیں۔ علاوہ ازیں مصنفین نے یہ بھی دکھایا ہے کہ یہ سب واقعات صرف حکمرانوں کی پالیسی کا نتیجہ نہیں تھے بلکہ علمار کی حمایت اور تائید بھی انہیں حاصل تھی۔ حکومت کا عہدہ کسی ہندو کو مشکل سے ہی ملتا تھا، جیسا کہ مغلیہ دورِ سلطنت میں ملنے لگا تھا"

یہ ادارہ اگرچہ سرکاری نہیں ہی لیکن حکومت سے اس کو معقول گرانٹ ملتی ہے۔ لیکن کیا کیجئے کہ جہاں تک ہندوستان میں اسلامی عہد کا تعلق ہے۔ اب ہمارے برادرانِ وطن کی تاریخ نگاری کا عام انداز یہی ہوگیا ہے،

چنانچہ خود مسٹر کے ۔ ایم منشی کے تاریخ ہند سے متعلق جو خطوط امرت بازار پتریکا ۔ کلکتہ میں مسلسل شائع ہوتے رہے ہیں وہ بھی "زشت روئی سے تری آئینہ ہے رسوا تیرا" کا مصداق ہیں ۔ پھر خود حکومت ہند کی طرف سے "بدھزم کے ڈھائی ہزار برس" نامی جو کتاب شائع ہوئی ہے اس میں بھی بدھوں کو ہندوستان سے ملک بدر کرنے کی ساری ذمہ داری مسلمانوں کے سر ڈالدی ہے جو تاریخ کی شہادت کے سر تا سر خلاف ہے۔ تاریخ نگاری کا یہ انداز جس ذہنیت کا آئینہ دار ہے وہ کس درجہ ہمہ گیر ہے؟ اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ اس موخرالذکر کتاب پر ہمارے ایک فاضل دوست نے انگریزی زبان میں ایک نہایت مُدلّل اور سنجیدہ تنقید لکھکر متعدد اخبارات کو بھیجی تو کسی نے اس کو شائع نہیں کیا۔ آخر موصوف نے مجبور ہو کر اس تنقید کے بعض حصّوں کا اُردو ترجمہ کر کے اُن کو قومی آواز لکھنؤ اور الجمعیۃ دہلی میں شائع کرایا

---

بہر حال سوال یہ ہے کہ کیا جزئی اور غیر معتبر شہادتوں پر مبنی واقعات کسی قوم کی تاریخ کے اصل خط و خال ہو سکتے ہیں؟ آج ہمارے ملک میں کونسی بُرائی اور کونسا جرم ہے جس کا ارتکاب نہ کیا جاتا ہو۔ مذہب اور زبان کے تعصب کی بدولت اقلیتوں کے ساتھ آئے دن کس قسم کے شرمناک واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ سرکاری دفتروں اور محکموں میں رشوت ستانی اور اقربا نوازی کا کیا عالم ہے؟ عوام میں غربت اور بے روزگاری کا اوسط کیا ہے؟ ملک میں عام امن و قانون کی کیا کیفیت ہے؟ گنجان اور گندی آبادیوں میں لوگ کس طرح رہتے ہیں؟ ہر شخص ان سے اچھی طرح واقف ہے لیکن اگر کوئی مورخ صرف یہی چیزیں بیان کرے اور ان کا قطعی ثبوت بھی پیش کرے، اور ملک نے تیرہ برس کی مدت میں مختلف حیثیتوں سے جو نمایاں ترقی کی ہے اُن کا تذکرہ بالکل نہ کرے اور اگر کرے بھی تو بس یونہی سرسری تو کیا اسکو آزاد ہندوستان کی اصل تاریخ کہنا درست اور قرین انصاف ہوگا؟ غالباً کوئی شخص اس کا جواب اثبات میں دینے کی جرأت نہیں کریگا۔

---

کسی بالغ نظر کو اس سے اختلاف نہیں ہو سکتا کہ تاریخ نگاری کا یہ انداز فن کی کوئی خدمت ہے اور نہ ملک و قوم کی، بلکہ اس کے اثرات و نقصانات بہت دُور رس ہو سکتے ہیں اور پھر ان تاریخوں کو پڑھکر خود ہندوؤں کے متعلق ملک کے اندر اور باہر لوگوں کی کیا رائے ہوگی کہ دلّی سلطنت کے پانسو برس تک یہ لوگ ہر قسم کا ظلم و جبر برداشت کرتے رہے لیکن اس حکومت سے رستگاری حاصل نہیں کر سکے۔ ایک بڑے ملک کی عظیم الشان قوم کے لئے یہ بات کس قدر شرمناک ہے اس لئے ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس خاص عہد کے ماہرین تاریخ کی ایک فرمہ دار کمیٹی کی تشکیل کر کے ان کتابوں سے متعلق ان کی رائے طلب کرے اور پھر اس کے مطابق عمل کرے تاکہ یہ فساد ملک و وطن کی وحدت کے جسم کو گلا سڑا کر اسے متعفن نہ کر سکے۔